OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴿International Journal of Islamic Thought﴾
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 334-343

روایتِ قصہ گوئی کی دعوتی اہمیت
The Preaching Significance of Storytelling

Mehtab Anwer
Visiting lecturer, The University of Engineering and Technology Lahore, Faisalabad Campus, Pakistan
Email: Hafizmahtab209@gmail.com

Abstract

The tradition of story-telling is as old as human speech. The language of story-telling is considered to be the most convenient and effective language, which is why humans naturally like to listen to stories. If we look at the general mood of Islam, it is known that this tradition of story-telling has been popular and beloved by Allah, the Messenger of Allah, the Companions of the Messenger and the predecessors. The importance of storytelling becomes clear from the large number of traditions containing stories in the hadith collection. In general, the stories narrated by people cannot exactly match the stories narrated in the Qur'an and the hadith because they are often pointless and based on lies, while the stories narrated in the Qur'an and Hadith have been narrated purely for the purpose of invitation, preaching, advice, and reforming the soul, and this is the beauty of these stories. If the stories narrated in the Qur'an and Hadith are studied in depth, the purposes of telling these stories become clear, which makes the importance of narration of stories in Islam and their role in the call of Islam very prominent.

Keywords: *tradition of story-telling, Stories, Preaching, Qasas-ul-Quran, Qasas-ul-Hadith.*

CC BY

تعارف موضوع

قرآن وحدیث میں کثیر تعداد میں قصص کا منقول ہونا اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ کا موضوع دعوتِ دین اور ہدایت انسانیت ہے اس لیے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ان میں بیان ہونے والے قصص بھی ان دو مقاصد سے خالی نہیں۔ قرآن کے بارے میں واضح مؤقف ہے کہ قرآن مجید ایک ایک تہائی حصہ قصص پر مشتمل ہے۔ قرآن و حدیث میں بیان ہونے والے واقعات سے مفسرین کرام اور شارحینِ حدیث نے بہت سے ایسے نکات اخذ کیے ہیں جو دعوتِ دین میں انتہائی اہم اور مؤثر ہیں۔ اس مقالہ میں ان واقعات کی دعوتی اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ دعوتِ دین میں قصہ گوئی کی روایت سے خوب استفادہ ہو سکے۔

قصص

قَصص: نقش قدم پر چلنا۔ حال بیان کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر ہے قِصّہ، واقعہ۔ مصدر بمعنی مفعول قَصص کے اصل معنی ہیں: نقشِ قدم پر چلنا۔ اسی سے ہے: "وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ"[1] (موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس تابوت کے پیچھے پیچھے جا۔) قَصص زبر کے ساتھ مصدر ہے اس کا مطلب ہے قصہ بیان کرنا اور قِصص زیر کے ساتھ قِصہ کی جمع ہے۔[2]

قصص کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے مولوی فیروز الدین اپنی کتاب فیروز اللغات میں لکھتے ہیں:

قِصص (قِ،صَص) یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اور مذکر اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور لفظ قصہ کی جمع ہے، جس کے معانی کہانیاں، داستانیں ہیں۔[3]

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لفظ قصص کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

القصص، "قص" سے مصدر ہے اس کا معنی ہے "کسی چیز کا تتبع کرنا"۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا تو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا "و قالت لاختہ قصیہ" (اس تابوت کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ یہ تابوت کدھر جاتا ہے) اور قصہ گو (واقعہ بیان کرنے والا) واقعہ کو ایک ترتیب سے بیان کرتا ہے اس لیے اس کو قاص (تتبع کرنے والا) کہتے ہیں۔[4]

قصہ گوئی کی روایت

قصہ گوئی کے آغاز کے بارے میں پروفیسر گیان چند لکھتے ہیں:

"قصہ گوئی کا فن اتنا ہی قدیم ہے جتنا نطقِ انسانی۔۔۔ نطق کی صلاحیت اور قصہ گوئی میں فاصلہ ایک گام ہی تو ہے۔ جب ایک شکاری نے اپنی رفیقۂ حیات کو اپنی دن بھر کے شکار کی مہم کی تفصیل سنائی تو اس رپورتاژ میں افسانہ کا تخم بویا گیا۔"[5]

قصہ گوئی کی روایت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ک

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کا حال بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قصہ گوئی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"[6] (پس آپ قصہ بیان کیجیے تاکہ وہ غور و فکر کریں۔) یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو قصص کے ذریعے نصیحت فرمایا کرتے تھے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے: حضرت عمرو بن اوس

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں قصے سنا کر نصیحت فرما رہے تھے۔(7)

رسول اللہ ﷺ نے قصہ گوئی کی روایت کو اس قدر پسند فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایسی مجالس میں بیٹھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی جس میں قصہ گو قصے بیان کرتا ہے، جیسا کہ سنن دارمی میں روایت ہے کہ حضرت عبد الملک بن میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کردوس سے سنا، اور کردوس ایک قصہ گو تھا، وہ فرماتے ہیں: مجھے ایک بدری شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اس طرح کی مجلس میں بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا اس سے کون سی مجلس مراد ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مجلس میں قصہ گو قصے سنائے۔(8)

رسول اللہ ﷺ کا قصہ گوئی کی مجلس کو اس قدر اہمیت دینا مقصد سے خالی نہیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس سے مراد وہ مجلس ہے جس میں نصیحت آموز اور سچے قصص بیان کیے جائیں نہ کہ وہ مجلس جس میں من گھڑت اور بے معنیٰ قصص بیان کیے جائیں۔

قصہ گوئی کی اہمیت اور اس کی تاثیر کی وجہ سے علماء و فقہاء بھی قصہ گوئی کی روایت کو پسند فرمایا کرتے تھے، ذیل میں قصہ گوئی کے متعلق علمائے کرام کے چند ایک اقوال نقل کیے جائیں گے:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء اور ان کے محاسن کی حکایات (سننا اور بیان کرنا) میرے نزدیک بہت زیادہ فقہ پڑھنے پڑھانے سے بہتر ہے کیونکہ یہ حکایات ان کے آداب اور اخلاق پر مبنی ہیں۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حکایات جنت کے تحفے ہیں۔

بعض نے کہا: حکایات کی کثرت کیا کرو کیونکہ یہ موتی ہیں اور کبھی کبھی ان میں انمول اور نایاب موتی بھی ہوتے ہیں۔(9)

مذکورہ بالا روایات و اقوال سے معلوم ہوا کہ قصہ گوئی کی یہ روایت رسول اللہ ﷺ، اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف میں بھی مقبول و محبوب رہی ہے۔ لیکن ان تمام شخصیات کے پسندیدہ قصص، بامعنی اور نصیحت آموز قصص ہی رہے ہیں۔ یہ بات بھی مسلم ہے اس روایت میں سب سے مستند و مفید وہ قصص ہیں جو قرآن یا زبانِ رسالت مآب ﷺ سے حدیث کی صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ عام طور پر بیان کیے جانے والے قصص کبھی بھی قرآن و حدیث میں بیان ہونے والے قصص کے مماثل نہیں ہو سکتے۔

عام قصص اور قصص القرآن میں فرق

قصص کی زبان دلوں تک جلد پہنچنے والی اور زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے، اور یہ اصلاح نفوس اور تہذیبِ اخلاق کا بہترین ذریعہ ہے۔ خاص کر وہ قصص جو قرآن اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں، ان قصص کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی من گھڑت افسانے نہیں ہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں اور ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک ہیں، اور اپنے مقصد سے بھی بھرپور ہیں۔

عام قصص جو بیان کیے جاتے ہیں وہ کچھ خاص فوائد و مقاصد کے متحمل نہیں ہوتے۔ یہ قصص بعض اوقات لغویات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وقت کے ضیاع اور اخلاق میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں جبکہ قرآن و حدیث میں بیان ہونے والے قصص اپنے

اندر بے شمار معانی و مطالب لیے ہوتے ہیں اور ان سے مقصود دعوتِ دین ہوا کرتی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی عام قصص اور قصہ یوسف علیہ السلام (جو قرآن میں بیان ہوا) میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام طور پر لوگ ان قصوں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں جن میں کچھ چاشنی حسن و عشق کی ہو لیکن ایسے قصے بالعموم اخلاق کو بگاڑنے والے ہوتے ہیں۔ اس قصہ (قصہ یوسف علیہ السلام) کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں حسن و عشق کی چاشنی بھی ہے اور پھر پوری سرگزشت ہر پہلو سے حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ کردار و صفات کا ایک مرقع ہے۔ جو مواقع خاص آزمائش کے آئے ہیں ان میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی اعلیٰ فطرت کے جو جوہر نمایاں کیے ہیں وہ ایسے شاندار ہیں کہ ہر پڑھنے والے کے اندر ان کی تقلید کا جذبہ ابھرتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ یہ تقلید ناممکن نہیں بلکہ ممکن محسوس ہوتی ہے۔"[10]

عام قصص کتنے ہی عمدہ اور مسرور کن کیوں نہ ہوں وہ قرآنی قصص کے مماثل قطعاً نہیں ہو سکتے۔ ہو بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ قرآنی قصص میں جو فصاحت و بلاغت اور جودت ہے اس کا مخلوق سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کفارِ مکہ نے بھی جب قصہ یوسف سنا تو ان کو بھی اس کے حُسن کا اعتراف کرنا پڑا۔ علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں:

"اس سورت (سورہ یوسف) میں گزشتہ امتوں کی تاریخ ہے، ان کے قوانین اور ان کے نظامِ حکومت کا بیان ہے، ان کی تجارت کے طریقوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہے، اس سورت میں انتہائی فصیح و بلیغ اور دلچسپ اور سنسنی خیز قصہ کا بیان ہے جس کی دلکشی اور شیرینی میں انسان مسحور ہو کر رہ جاتا ہے۔ نضر بن حارث کفارِ مکہ کو رستم اور سہراب کی عجیب و غریب داستانیں سنایا کرتا تھا لیکن جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ سنا تو انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ اس سے زیادہ حسین قصہ انہوں نے آج تک نہیں سنا تھا۔"[11]

اگرچہ دیگر آسمانی کُتب (تورات، زبور اور انجیل) میں بھی سابقہ اقوام کے قصص بیان ہوئے ہیں (کیونکہ قصہ گوئی کی یہ روایت دیرینہ ہے) لیکن تورات و انجیل میں بیان ہونے والے واقعات میں بھی وہ حُسن و جاذبیت نظر نہیں آتی جو قرآن میں بیان کردہ واقعات میں کما حقہ نظر آتی ہے چنانچہ پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر آپ تورات و انجیل میں بیان کردہ قصص کا موازنہ قرآن کریم میں مذکور واقعات سے کریں گے تو حقیقت خود بخود اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہی لیجیے قرآن کریم نے اس واقعہ کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے وہ کس قدر سبق آموز، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے۔ ہر آیت روشنی کا ایک بلند مینار ہے جس کی تابانی سے تکمیلِ انسانیت کا راستہ جگمگا رہا ہے۔ قدم قدم پر حضرت یوسف علیہ السلام کی جلالت شان کے آثار دکھائی دیتے ہیں اسے پڑھ کر کامیاب و کامران زندگی گزارنے کا شوق دل میں انگڑائیاں لینے لگتا ہے لیکن یہی قصہ جب ہم تورات میں پڑھتے ہیں تو ہمیں ایک عام آدمی کی روکھی پھیکی داستانِ حیات معلوم ہوتی ہے جو ہر قسم کی جاذبیت اور کشش سے یکسر خالی ہے۔"[12]

قصہ گوئی کی اہمیت

قصص کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قصص کو ثلث القرآن کہا گیا ہے۔[13] اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن سراپا ہدایت ہے پس قرآن میں پچھلی قوموں کے قصے بیان کرنا اور بیان بھی اتنی کثرت سے کرنا کہ وہ تعداد میں قرآن کے ایک تہائی تک پہنچ جائیں محض اسی لیے تھا کہ لوگ ان میں غور و فکر کریں اور ان سے ہدایت و نصیحت

پکڑیں۔قرآن میں سب سے زیادہ واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے مصائب و مشکلات کا مشاہدہ کریں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصائب و مشکلات کے ساتھ واضح مشابہت نظر آتی ہے۔پس اسی ضرورت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سب سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات نازل فرمائے اور صرف ایک بار ہی نہیں بلکہ متعدد مقامات پر نازل فرمائے تاکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو تسلی ہو۔

قرآن اور حدیث میں بیان ہونے والے اہلِ کتاب اور ان کے علاوہ دسری اقوام کے متعلق تمام قصص حق اور سچ ہیں وہ وحی ہیں اس میں باطل کی بالکل بھی گنجائش نہیں۔اس کے باوجود یہ قصص محض لہو و لعب کے لیے بیان نہیں کیے گئے جس طرح عموماً قصہ گو بیان کرتے ہیں۔ بلکہ یہ قصص سامع / قاری کو عبرت اور نصیحت دلانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ"(14)

تحقیق ان کے قصہ میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

اس (آیت) کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے لیے فقط وہی قصص بیان کرنا جائز ہیں جن کے صدق کا یقینی علم ہو اور ان کو بھی اس لیے بیان کرنا جائز ہے تاکہ ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کی جائے۔(15)

قرآنی قصص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"یوں تو قرآن میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے درمیان کشمکش کے جتنے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں سب ہی عبرت و رہنمائی کے لیے بیان ہوئے ہیں کہ ماضی کی ان سر گزشتوں سے حاضر اور مستقبل کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سبق حاصل کیے جائیں لیکن خاص طور پر حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی یہ سر گزشت تو گویا ایک آئینہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو پہلے سے وہ تمام حالات دکھا دیئے گئے جو آپ کی قوم کے ہاتھوں آپ کو پیش آنے تھے۔"(16)

عام الفاظ میں کہی جانے والی بات کی نسبت قصص کی زبان آسان اور عام فہم ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ باصلاحیت لوگ قصص میں غور و فکر کرنے سے اور بھی بہت سے نکات سے آشنا ہوتے ہیں چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"جس طرح آنحضرت ﷺ نے اپنا حاضر و مستقبل اس آئینہ (قصہ یوسف علیہ السلام) میں بالکل مصور و ممثل دیکھ لیا اسی طرح آپ ﷺ کے دشمنوں نے بھی، کم از کم جو ذہین رہے ہوں گے، اس قصہ کے پیرایہ میں اپنی عاقبت دیکھ لی ہو گی اور اس کا بھی امکان ہے کہ جن کے اندر صلاحیت رہی ہو گی وہ اس سے متاثر بھی ہوئے ہوں گے۔ حالانکہ اگر یہی باتیں صریح الفاظ میں کہی جاتیں تو اس سے فائدہ پہنچنے کی بجائے الٹا نقصان پہنچتا۔ ایک لطیف قصہ کے پردے میں لوگ جو کچھ ہضم کر جاتے ہیں وہ کھلے ہوئے وعظ کی شکل میں کبھی قبول نہیں کرتے۔(17)

قصص کے مقاصد

قصص، خاص طور قرآنی اور حدیثی قصص جن مقاصد و مطالب کے حامل ہیں ذیل میں ان میں سے چند ایک مقاصد بیان

کیے جائیں گے جن سے قصص کی دعوتی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے:

عبرت کا حصول

قصص کا حُسن اور صحیح مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ قصص عبرت اور حکمت سے سرشار ہوں۔ جو قصص ان چیزوں سے خالی ہوں وہ قصص حسن اور پسندیدہ نہیں ہیں۔ قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص فرمایا گیا۔ اس کے احسن القصص ہونے کی وجہ بھی یہی بتائی گئی ہے کہ اس قصہ میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ"[18]

تحقیق حضرت یوسف علیہ السلام، ان کے والد علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس قصے کا حسن فقط اس لیے ہے کہ اس قصہ سے عبرت اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔"[19]

اس کے علاوہ سابقہ امم کے جتنے بھی واقعات بیان ہوئے جن میں ان کی بداعمالیوں اور ان کے برے انجام کا ذکر ہے وہ بھی امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو عبرت دلانے کے لیے ہی بیان کیے گئے ہیں تاکہ لوگ ان کے برے انجام کو جانیں اور ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ان برائیوں سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔

نیکی کی ترغیب اور گناہ سے ترہیب

قصص قرآن اور قصص نبوی ﷺ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد نیکی کی ترغیب اور گناہوں سے ترہیب بھی ہے۔ قرآن مقدس میں سابقہ امم کی ہلاکت اور تباہی کے واقعات کثرت سے ملتے ہیں اور وہاں ان امم سابقہ کی صرف ہلاکت ہی کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ ان میں پائی جانے والی برائیوں کا بھی تفصیلی تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اس سے مقصود فقط یہ تھا کہ امتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام بھی ان برائیوں کے انجام سے باخبر ہو کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے پچھلی قوموں کے واقعات بیان فرمائے تاکہ اس امیت میں ان واقعات میں مذکور نیک اعمال اور ان پر ملنے والے اجر کے حصول کا ذوق پیدا ہو، مثلاً صحیح بخاری کی روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ العَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ، فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الجَنَّةَ"[20]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا، اس شخص نے اپنا جوتا اتارا اور وہ جوتا بھر بھر کر کتے کو پانی پلانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

یہ قصہ بیان کرنے سے رسول اللہ ﷺ کا مقصود اِس امت کو نیکی کی ترغیب دینا تھا اور یہ باور کرانا تھا اللہ تعالیٰ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی ضائع نہیں جانے دیتا۔ وہ چاہے تو کسی حقیر سمجھے جانے والے جانور کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے پر ہی عظیم اجر عطا فرما دے۔ اس کے برعکس ہمیں رسول اللہ ﷺ سے مروی وہ واقعہ بھی ملتا ہے جس میں بتایا گیا کہ ایک بلی پر ظلم

کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم میں ڈال دیا۔ (21)

خشیتِ الٰہی کا حصول

لوگوں کے دلوں میں خشیتِ الٰہی ڈالنا تبلیغِ دین کا ایک اہم مقصد ہے۔ یقیناً یہ خشیتِ الٰہی ہی بہت سی برائیوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کا بنیادی سبب بنتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سابقہ اقوام کے ایسے قصص بھی منقول ہیں جن میں ان لوگوں کی خشیت الٰہی اور اس پر ملنے والے انعام کا بیان ہے، مثلاً صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے مروی تین ایسے لوگوں کا قصہ ملتا ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تو انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ ان تین لوگوں میں سے ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

"اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جو مجھے لوگوں میں سب زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اسے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلایا تو اس نے انکار کر دیا حتی کہ میں اسے (اس فعل کے بدلے) سو دینار دوں۔ میں نے وہ دینار طلب کیے اور ان پر قادر ہو گیا۔ میں نے وہ دینار اپنی چچازاد کو دیئے تو اس نے مجھے اپنے آپ پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور حق ادا کیے بغیر مُہر (بکارت) کو نہ توڑ۔ پس میں (اس کی یہ بات سن کر) اٹھ گیا اور سو دینار بھی (وہیں) چھوڑ دیئے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے خوف سے کیا تو ہمیں خلاصی عطا فرما۔" تو اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ کھول دیا اور وہ باہر نکل کر چل دیئے۔ (22)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے ایک اور شخص کا قصہ مروی ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت مال عطا فرمایا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم نے اپنے باپ کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا: بہترین باپ۔ اس شخص نے کہا: میں نے (پوری زندگی میں) کوئی نیکی نہیں کی، جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، میری ہڈیوں کو پیس دینا، پھر میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا۔ (اس کے مرنے کے بعد) اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جمع کیا اور فرمایا: تجھے یہ کام کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اس نے عرض کیا: تیرے خوف نے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی۔ (اسے جنت میں داخل فرما دیا)" (23)

تثبیتِ قلب اور صبر واستقامت

قرآنی قصص کے بیان کا ایک مقصد دینِ اسلام پر ثابت قدمی اور مصائب ومشکلات پر صبر کی ترغیب بھی ہے۔ سورہ ہود میں سابقہ انبیاء اور ان کی اقوام کے قصے حضور ﷺ پر بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ" (24)

اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب کچھ آپ پر بیان کر رہے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ہم آپ ﷺ کے دل کو ٹھہرائیں۔ اور اس سورت (جو کہ قصص پر مشتمل ہے) میں آپ ﷺ کے پاس حق آیا اور مومنین کے لیے پند ونصیحت۔

سابقہ اقوام کے قصص مصائب ومشکلات پر صبر کرنے میں بھی معاون ہیں جس طرح کہ اصحابِ رسول رضوان اللہ

علیہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے مصائب کا ذکر کیا اور دعا کے لیے عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا واقعہ بیان کیا جس کے سر پر آری چلائی گئی اور اس شخص کا جس کے سر میں لوہے کی کنگھی پھیری گئی جس سے اس کے سر کی کھال اتر گئی۔[25]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس فرمان ("وَكُلاًّ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْباءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤادَكَ"[26]) میں ایک فائدہ یہ ہے کہ ان قصص کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو ادائے رسالت، صبر اور کفار کی طرف سے اذیتوں پر ثابت قدم رکھا جائے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ جب انسان کسی مشکل یا آزمائش میں مبتلا ہو اور وہ اس مشکل میں اپنے ساتھ کسی اور کو بھی شریک دیکھتا ہے تو اس کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے: "الْمُصِيبَةُ إِذَا عَمَّتْ خَفَّتْ" (جب مصیبت عام ہو جائے تو وہ ہلکی ہو جاتی ہے) پس جب رسول اللہ ﷺ نے یہ قصص سنے اور جان لیا کہ تمام انبیاء اور ان کے اتباع کا یہی حال تھا تو رسول اللہ ﷺ پر اپنی قوم کی اذیتوں کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا آسان ہو گیا۔"[27]

سابقہ انبیاء وامم میں اسوہ

سابقہ انبیاء اور ان کی امتوں کے قصص میں ہمارے لیے اسوہ حسنہ بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا قصہ بیان کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا:

" قَدْ كانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْراهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ"[28]

تحقیق تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں (کے قصہ) میں اسوہ حسنہ ہے۔

"وَالَّذِينَ مَعَهُ" سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی مشرک قوم سے کہا کہ بیشک ہم تم سے اور تمہارے ان معبود (بتوں) سے بری ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، ہم نے تمہاراانکار کیا (تمہارے دین کی مخالفت کی)، جب تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاتے تب تک ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی زندگیوں کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے اور ساتھ اسوہ حسنہ قرار دینے کی وجہ بھی ارشاد فرمادی۔ یعنی وہ لوگ ایمان پر ڈٹے رہے اور مشرکین سے اعلان لا تعلّقی کیا اس لیے ان کی زندگیاں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

اس آیت کے سیاق سباق کو دیکھا جائے تو مومنین کو بھی یہی حکم دیا جا رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دشمن (مشرکین اور یہود و نصاریٰ) ہیں ان سے دوستی نہ رکھو بالکل اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں نے ان سے دوستی نہیں رکھی۔

عجائب وغرائب سے واقفیت

قصص کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان قصص کے ذریعے سے ان عجائب و غرائب سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جن سے واقفیت کا قصص کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ ان عجائب غرائب سے آگاہی اور ان میں غور فکر بھی قدرت الٰہی پر ایمان کا ذریعہ بنتا ہے۔ انہی عجائب و غرائب کی ایک کڑی معجزاتِ انبیاء بھی ہیں جن کا ظہور انسانوں کو ذاتِ باری تعالیٰ کی حقانیت، رسالت و نبوت کے اثبات اور دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ان انسانوں کی معرفت جنہوں نے

پنگھوڑے میں کلام کیا،[29] جن جانوروں نے کلام کیا،[30] مقروض کی طرف سے سمندر میں ڈالی جانے والی لکڑی کا قرض خواہ کے پاس پہنچنا[31] اور ایک نبی علیہ السلام کے لیے سورج کا رک جانا۔[32] ان چیزوں کی معرفت قصص کے ذریعے ہی ممکن ہے قصص کے علاوہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی ان کی تفصیل نہیں ملتی۔

خلاصہ بحث

درج بالا بحث اور قصہ گوئی کے مذکورہ بالا مقاصد کے پیشِ نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قصہ گوئی دعوتِ دین کا ایک بہترین اور موئثر ترین ذریعہ ہے اسی لیے قرآن و سنت میں دعوتِ دین اور اصلاح اعمال کے لیے اس روایت کو اپنایا گیا ہے۔ البتہ اسلام میں ایسے قصے بیان کرنا پسندیدہ نہیں جن میں علم و عمل اور نصائح و عبر نہ ہوں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فضول قصہ گوئی کو بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے عمل چھوڑ کر صرف قصہ گوئی پر ہی اکتفاء کر لیا تھا۔ صحیح و مستند قصہ گوئی کی اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اسے پسند کرتا ہے۔ خاص طور پر ایسے قصص کو جن میں دوسروں کے لیے نصائح و عبر ہوں۔ دعوتِ دین میں قصہ گوئی کی روایت نہایت موئثر روایت ہے کیونکہ قصہ گوئی کی زبان آسان اور عام فہم ہوتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1Sūrah al-Qaṣaṣ: 11

2 Abū Naṣr Ismāʿīl bin Ḥammād Jawharī, al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyyah (Bayrūt: Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn, al-Ṭabʿah al-Rābiʿah, 1407 AH), Vol.3, p.1051.

3Mawlāwī Fīrōz al-Dīn, Fīrōz al-Lughāt (Lāhawr: Fīrōz Sons), P. 987.

4Pīr Muḥammad Karam Shāh al-Azharī, Tafsīr Ziyā' al-Qurʾān, (Lāhore: Ziyā' al-Qurʾān Publications, 1995 AD), Vol.2, P.409.

5Giyān Chand, Urdū kī Nasrī Dāstānēn̈ (Lakhnawʾ: Uttar Pradesh Urdū Akādmī, 1987ʾ), P.16.

f: 176.ārʿA-Sūrah al6

7Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Yazīd Ibn Mājah, Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Fitan, Bāb al-Kaff ʿamman Qāla: Lā Ilāha Illā Allāh (Ḥalab: Dār Iḥyā' al-Kutub al-ʿArabiyyah), Ḥadīth no. 3929.

8Abū Muḥammad ʿAbd Allāh bin ʿAbd al-Raḥmān Dārmī, Sunan al-Dārmī, Kitāb al-Riqāq, Bāb: Fī al-Rukhsah fī al-Qaṣaṣ (Makkah al-Mukarramah: Dār al-Mughnī li al-Nashr wa al-Tawzīʿ, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1412H), Ḥadīth no. 2822.

9Dr. Sayyid bin Ḥusayn al-ʿAffānī, Taʿṭīr al-Anfās min Ḥadīth al-Ikhlāṣ (Miṣr: Maktabah Muʿādh bin Jabal, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1421 AH), P.469.

10Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-e-Qurʾān (Lāhore: Fārān Fāʾūndēshan, 1430 AH), Vol.4, P.185.

11Allāmah Ghulām Rasūl Saʿīdī, Tibyān al-Qurʾān (Lāhore: Farīd Book Stall, al-Ṭabʿ al-

Thānī, 2005 AD), Vol.5, P.662.
12Pīr Muḥammad Karam Shāh al-Azharī, Ziyā' al-Qur'ān, Vol.2, P.405.
13Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm Ibn Taymiyyah, Majmūʿ Fatāwā (Madinah Munawwarah: Majmaʿ al-Malik Fahd li-Ṭibāʿat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 2004 AD), Vol.9, P.306.
Sūrah Yūsuf: 11114
Qāhirah: -, (aladīthḤ-sīr wa alTaf-al īt fāliyyīʾIsrā-alDhahabī, -usayn alḤammad ḥDr. Mu15 Maktabah Wahbah), P.48–49
16Amīn Aḥsan Iṣlāḥī, Tadabbur-e-Qurʾān, Vol.4, P.184.
17Ibid, P.185.
Sūrah Yūsuf: 111.18
19Fakhr al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin ʿUmar al-Rāzī, Mafātīḥ al-Ghayb (Bayrūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʿArabī, al-Ṭabʿah al-Thālithah, 1420 AH), Vol.18, P.522.
20Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Wuḍūʾ, Bāb al-Māʾ al-Laḏī Yughslu bih Shaʿr al-Insān (Dār Ṭawq al-Najāh, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1422 AH), Ḥadīth no. 173.
adīth no. 3482.ḤIbid, 21
adīth no. 3465.ḤIbid, 22
adīth no. 3478.ḤIbid, 23
24Sūrah Hūd: 120.
25Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Manāqib, Bāb ʿAlāmāt al-Nubuwwah fī al-Islām, Ḥadīth no. 3612.
26 Sūrah Hūd: 120.
27Fakhr al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin ʿUmar al-Rāzī, Mafātīḥ al-Ghayb, Vol.18, P.412.
28 Sūrat al-Mumtaḥanah: 4.
29Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, Bāb Qawl Allāh "Wa'ẕkur fī al-Kitāb Maryam...", Ḥadīth no. 3426.
30Ibid, Ḥadīth no. 3471.
adīth no. 1498.Ḥr, ḥBa-Zakāh, Bāb Mā Yustakhraj min al-Ibid, Kitāb al31
illat lakum ḥU"alayhi wa sallam: ʿallā Allāh ṣNabī -Khums, Bāb Qawl al-al ḍIbid, Kitāb Far32 al-Ghanāʾim", Ḥadīth no. 3124.